امیرالمومنین خلیفہ چہارم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

علی رضی اللہ عنہ

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ

امیر المؤمنین

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم

دُنیا میں بے شمار انسان پیدا ہوئے جن میں سے اکثر ایسے ہوئے کہ ان میں کوئی کمال وخوبی نہیں اور بعض لوگ ایسے ہوئے جو صرف چند خوبیاں رکھتے تھے مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وہ ذات گرامی ہے جو بہت سے کمال وخوبیوں کی جامع ہے کہ آپ شیر خدا بھی ہیں اور داماد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی، حیدر کرار بھی ہیں اور صاحب ذوالفقار بھی، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار بھی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے والد بزرگوار بھی، صاحب سخاوت بھی اور صاحب شجاعت بھی، عبادت وریاضت والے بھی اور فصاحت وبلاغت والے بھی، حلم والے بھی اور علم والے بھی، فاتح خیبر بھی اور میدان خطابت کے شہسوار بھی، غرض کہ آپ بہت سے کمالات وخوبیوں کے جامع ہیں اور ہر ایک میں ممتاز ویگانہ روزگار ہیں اسی لئے دُنیا آپ کو مظہر العجائب والغرائب سے یاد کرتی ہے اور قیامت تک اس طرح یاد کرتی رہے گی۔

مرتضیٰ شیر حق اشجع الاشجعین — بابِ فضل و ولایت پہ لاکھوں سلام

شیر شمشیر زن شاہِ خیبر شکن — پَرتو دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

نام ونسب

آپ کا نام ''علی بن ابی طالب'' اور کنیت ''ابوالحسن وابوتراب'' ہے۔ آپ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے صاحبزادے ہیں یعنی حضور کے چچازاد بھائی ہیں۔

آپ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے اور یہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام قبول کر کے ہجرت فرمائی۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۱۱۴)

آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف۔ آپ واقعہ فیل کے ۳۰ سال بعد پیدا ہوئے اور اعلان نبوت سے پہلے ہی مولائے کل سیّد الرسل جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں آئے کہ جب قریش قحط میں مبتلا ہوئے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب پر عیال کا بوجھ ہلکا کرنے کیلئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو لے لیا تھا۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے میں آپ نے پرورش پائی اور انہیں کی گود میں ہوش سنبھالا، آنکھ کھلتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال جہاں آرا دیکھا' انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتیں سیکھیں۔ اس لئے بتوں کی نجاست سے آپ کا دامن کبھی آلودہ نہ ہوا یعنی آپ نے کبھی بت پرستی نہ کی اور اسی لئے کرم اللہ تعالیٰ وجہہ آپ کا لقب ہوا۔

(تنزیہ المکانۃ الحیدریہ وغیرہ)

آپ کا قبولِ اسلام

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نوعمر لوگوں میں سب سے پہلے اسلام سے مشرف ہوئے۔ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ جب آپ ایمان لائے اس وقت آپ کی عمر مبارک دس سال تھی بلکہ بعض لوگوں کے قول کے مطابق نو سال اور بعض کہتے ہیں کہ آٹھ سال اور کچھ لوگ اس سے بھی کم بتاتے ہیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تنزیہ المکانۃ الحیدریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بوقت اسلام آپ کی عمر آٹھ دس سال تھی۔

آپ کے اسلام قبول کرنے کی تفصیل محمد بن اسحاق نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ جب یہ لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ لوگ یہ کیا کر رہے تھے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا دین ہے جس کو اس نے اپنے لئے منتخب کیا اور اسی کی تبلیغ واشاعت کیلئے اپنے رسول کو بھیجا ہے۔ لہٰذا میں تم کو بھی ایسے معبود کی طرف بلاتا ہوں

جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں تم کو اسی کی عبادت کا حکم دیتا ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کہا کہ جب تک میں اپنے باپ ابوطالب سے دریافت نہ کرلوں اسکے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔ چونکہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کا فاش ہونا منظور نہ تھا اسلئے آپ نے فرمایا اے علی! اگر تم اسلام نہیں لاتے ہو تو ابھی اس معاملہ کو پوشیدہ رکھو کسی پر ظاہر نہ کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اگرچہ اس وقت رات میں ایمان نہیں لائے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ایمان کو واضح کردیا تھا دوسرے روز صبح ہوتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی پیش کی ہوئی ساری باتوں کو قبول کرلیا اور اسلام لے آئے۔

آپ کی ہجرت

سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خدائے تعالیٰ کے حکم کے مطابق مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی ہجرت کا ارادہ فرمایا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلا کر فرمایا کہ مجھے خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے لہٰذا میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا تم میرے بستر پر میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر سو رہو تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی قریش کی ساری امانتیں جو میرے پاس رکھی ہوئی ہیں ان کے مالکوں کو دے کر تم بھی مدینہ چلے آنا۔

یہ موقع بڑا ہی خوفناک اور نہایت خطرہ کا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو معلوم تھا کہ کفار قریش سونے کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اسی لئے خدائے تعالیٰ نے آپ کو اپنے بستر پر سونے سے منع فرمادیا ہے۔ آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر قتل گاہ ہے۔ لیکن اللہ کے محبوب دانائے خفایا وغیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے کہ ”تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی قریش کی امانتیں دے کر تم بھی مدینہ چلے آنا“۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو پورا یقین تھا کہ دشمن مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے میں زندہ رہوں گا اور مدینہ ضرور پہنچوں گا۔ لہٰذا سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر جو آج بظاہر کانٹوں کا بچھونا تھا وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کیلئے پھولوں کی سیج بن گیا۔ اس لئے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ سورج مشرق کے بجائے مغرب سے نکل سکتا ہے مگر حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف نہیں ہوسکتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں رات بھر آرام سے سویا صبح اُٹھ کر لوگوں کی امانتیں انکے مالکوں کو سونپنا شروع کیں اور کسی سے نہیں چھپا۔ اسی طرح مکہ میں تین دن رہا پھر امانتوں کے ادا کرنے کے بعد میں بھی مدینہ کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں بھی کسی نے مجھ سے کوئی تعرض نہ کیا یہاں تک کہ میں قبا میں پہنچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کلثوم رضی اللہ عنہ کے مکان میں تشریف فرماتھے میں بھی وہی ٹھہر گیا۔

اُخوت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بہت سی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور چچازاد بھائی ہونے کے ساتھ ''عقد مواخاۃ'' میں بھی آپ کے بھائی ہیں جیسا کہ ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ طیبہ میں اُخوت یعنی بھائی چارہ قائم کیا کہ دو دو صحابہ کو بھائی بھائی بنایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے سارے صحابہ کے درمیان اُخوت قائم کی۔ ایک صحابی کو دوسرے صحابی کا بھائی بنایا مگر مجھ کو کسی کا بھائی نہ بنایا میں یوں ہی رہ گیا۔ تو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۔ یعنی تم دُنیا اور آخرت دونوں میں میرے بھائی ہو۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۴)

آپ کی شجاعت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور بہادری شہرۂ آفاق ہے، عرب وعجم میں آپ کی قوت بازو کے سکے بیٹھے ہوئے ہیں، آپ کے رعب و دبدبہ سے آج بھی بڑے بڑے پہلوانوں کے دل کانپ جاتے ہیں۔ جنگ تبوک کے موقع پر سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر فرما دیا تھا اسلئے اس میں حاضر نہ ہوسکے باقی تمام غزوات و جہاد میں شریک ہوکر بڑی جانبازی کے ساتھ کفار کا مقابلہ کیا اور بڑے بڑے بہادروں کو اپنی تلوار سے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

جنگ بدر میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسود بن عبدالاسد مخزومی کو کاٹ کر جہنم میں پہنچایا تو اس کے بعد کافروں کے لشکر کا سردار عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عتبہ کو ساتھ لے کر میدان میں نکلا اور چلا کر کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اشراف قریش میں سے ہمارے جوڑ کے آدمی بھیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اے بنی ہاشم! اُٹھو اور حق کی حمایت میں لڑو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو بھیجا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو سن کر حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم دُشمن کی طرف بڑھے۔ لشکر کا سردار عتبہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مقابل ہوا اور ذلت کے ساتھ مارا گیا۔ ولید جسے اپنی بہادری پر بہت بڑا ناز تھا وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مقابلہ کیلئے مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا آگے بڑھا اور ڈینگیں مارتا ہوا آپ پر حملہ کیا مگر شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے تھوڑی ہی دیر میں اسے مار گرایا اور ذوالفقار حیدری نے اس کے گھمنڈ کو خاک وخون میں ملا دیا۔ اس کے بعد آپ نے دیکھا کہ عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا ہے تو آپ نے جھپٹ کر اس پر حملہ کیا اور اسے بھی جہنم میں پہنچا دیا۔

اور جنگ اُحد میں جب کہ مسلمان آگے اور پیچھے سے کفار کے بیچ میں آگئے جس کے سبب بہت سے لوگ شہید ہوئے تو اس وقت سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی کافروں کے گھیرے میں آگئے اور اُنہوں نے اعلان کر دیا کہ اے مسلمانو! تمہارے نبی قتل کر دیئے گئے اس اعلان کو سن کر مسلمان بہت پریشان ہو گئے یہاں تک کہ اِدھر اُدھر تتر بتر ہو گئے بلکہ ان میں سے بہت لوگ بھاگ بھی گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ جب کافروں نے مسلمانوں کو آگے پیچھے سے گھیر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری نگاہ سے اوجھل ہو گئے تو پہلے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زندوں میں تلاش کیا مگر نہیں پایا پھر شہیدوں میں تلاش کیا وہاں بھی نہیں پایا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ سے بھاگ جائیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر اُٹھا لیا۔ اس لئے اب بہتر یہی ہے کہ میں بھی تلوار لے کر کافروں میں گھس جاؤں یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے

تلوار لے کر ایسا سخت حملہ کیا کہ کفار بیچ میں سے ہٹتے گئے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا تو مجھے بے انتہا خوشی ہوئی اور میں نے یقین کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ اپنے حبیب کی حفاظت فرمائی ہے۔ میں دوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کھڑا ہوا کفار گروہ در گروہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کیلئے آنے لگے۔ آپ نے فرمایا علی ان کو روکو، تو میں نے تنہا ان سب کا مقابلہ کیا اور ان کے منہ پھیر دیئے اور کئی ایک کو قتل بھی کیا۔ اس کے بعد پھر ایک گروہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کی نیت سے بڑھا آپ نے پھر میری طرف اشارہ فرمایا تو میں نے پھر اس گروہ کا اکیلے مقابلہ کیا۔ اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میری بہادری اور مدد کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا اِنَّـہٗ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ ۔ یعنی بے شک علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں مطلب یہ ہے کہ علی کو مجھ سے کمال قرب حاصل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو سن کر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا وَاَنَا مِنْکُمَا ۔ یعنی میں تم دونوں سے ہوں۔

سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شہید ہو جانے کی نیت سے کافروں کے جتھے میں تنہا گھس جانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے والے گروہ در گروہ سے اکیلے مقابلہ کرنا آپ کی بے مثال بہادری اور انتہائی دلیری کی خبر دیتا ہے ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے عشق اور سچی محبت کا بھی پتہ دیتا ہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا

اور حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جنگ خندق کے روز عمرو بن عبدِ وُد (جو ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا) ایک جھنڈا لئے ہوئے نکلا تاکہ وہ میدان جنگ کو دیکھئے۔ جب وہ اور اس کے ساتھ کے سوار ایک مقام پر کھڑے ہوئے تو اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عمرو! تو قریش سے اللہ کی قسم دے کہ کہا کرتا تھا کہ جب کبھی مجھ کو کوئی شخص دو اچھے کاموں کی طرف بلاتا ہے تو میں اس میں سے ایک کو ضرور اختیار کرتا ہوں۔ اس نے کہا ہاں میں نے ایسا کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اللہ و رسول (جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم) اور اسلام کی

طرف بلاتا ہوں۔ عمرو نے کہا مجھے ان میں سے کسی کی حاجت نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا تو اب میں تجھ کو مقابلہ کی دعوت دیتا ہوں اور اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ عمرو نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے کس لئے مقابلہ کی دعوت دیتا ہے خدا کی قسم میں تجھ کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا لیکن خدا کی قسم میں تجھ کو قتل کرنا پسند کرتا ہوں۔ یہ سن کر عمرو کا خون گرم ہو گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف متوجہ ہوا دونوں میدان میں آ گئے اور تھوڑی دیر مقابلہ ہونے کے بعد شیر خدا نے اسے موت کے گھاٹ اُتار کر جہنم میں پہنچا دیا۔

اور محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ عمرو بن عبدِ ؤد میدان میں اس طرح نکلا کہ لوہے کی زرہیں پہنے ہوئے تھا اور اس نے بلند آواز سے کہا۔ ہے کوئی جو میرے مقابلہ میں آئے۔ اس آواز کو سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کھڑے ہوئے اور مقابلہ کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ یہ عمرو بن عبدؤد ہے۔ دوسری بار عمرو نے پھر آواز دی کہ میرے مقابلہ کیلئے کون آتا ہے؟ اور مسلمانوں کو ملامت کرنی شروع کی۔ کہنے لگا تمہاری وہ جنت کہاں ہے جس کے بارے میں تم دعویٰ کرتے ہو کہ جو بھی تم میں سے مارا جاتا ہے وہ سیدھے اس میں داخل ہو جاتا ہے۔ میرے مقابلہ کیلئے کسی کو کیوں نہیں کھڑا کرتے ہو۔ دوبارہ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی مگر آپ نے پھر وہی فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ تیسری بار عمرو نے پھر وہی آواز دی اور کچھ اشعار بھی پڑھے۔ راوی کا بیان ہے کہ تیسری بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس کے مقابلہ کیلئے نکلوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ عمرو ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کیا چاہے عمرو ہی کیوں نہ ہو۔ تیسری بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اجازت دے دی۔ حضرت علی چل کر اس کے پاس پہنچے اور چند اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ ہے۔

اے عمرو! جلدی نہ کر۔ جو عاجز نہیں ہے وہ تیرے پاس تیری آواز کا جواب دینے والا سچی نیت اور بصیرت کے ساتھ آ گیا اور ہر کامیاب ہونے والے کو سچائی ہی نجات دیتی ہے۔

مجھے پوری اُمید ہے کہ میں تیرے جنازہ پر ایسی ضرب وسیع سے نوحہ کرنے والیوں کو قائم کروں گا کہ جس کا ذکر لوگوں میں باقی رہے گا۔

عمرو نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں علی ہوں۔ اس نے کہا عبد مناف کے بیٹے ہو؟ آپ نے فرمایا میں علی بن ابی طالب ہوں۔ اس نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے! تیرے چچاؤں میں سے ایسے بھی تو ہیں جو عمر میں تجھ سے زیادہ ہیں میں تیرا خون بہانے کو بُرا سمجھتا ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا مگر خدا کی قسم میں تیرا خون بہانے کو قطعاً بُرا نہیں سمجھتا۔ یہ سن کر وہ غصہ سے تلملا اُٹھا۔ گھوڑے سے اُتر کر آگ کے شعلہ جیسی تلوار سونت لی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف لپکا اور ایسا زبردست وار کیا کہ آپ نے ڈھال پر روکا تو تلوار اسے پھاڑ کر گھس گئی یہاں تک کہ آپ کے سر پر لگی اور زخمی کر دیا۔ اب شیر خدا نے سنبھل کر اس کے کندھے کی رگ پر ایسی تلوار ماری کہ وہ گر پڑا اور غبار اڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرۂ تکبیر سنا جس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اسے جہنم پہنچا دیا۔ شیر خدا کی اس بہادری اور شجاعت دیکھ کر میدان جنگ کا ایک ایک ذرہ زبان حال سے پکار اُٹھا۔

شاہِ مرداں شیر یزداں قوتِ پروردگار　　لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیْ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار

یعنی حضرت علی بہادروں کے بادشاہ، خدا کے شیر اور قوتِ پروردگار ہیں۔ ان کے جیسا کوئی جوان نہیں اور ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں۔

اسی طرح جنگ خیبر کے موقع پر بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے شجاعت اور بہادری کے وہ جوہر دکھائے ہیں جسکا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا اور لوگوں کے دلوں میں جوش و ولولہ پیدا کرتا رہے گا۔

خیبر کا وہ قلعہ جو مُرحب کا پایۂ تخت تھا اس کا فتح کرنا آسان نہ تھا۔ اس قلعہ کو سر کرنے کیلئے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عنایت فرمایا اور دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا لیکن فاتح خیبر ہونا تو کسی اور کے مقدر ہو چکا تھا اس لئے ان حضرات سے وہ فتح نہ ہوا۔ جب اس مہم میں بہت زیادہ دیر ہوئی تو ایک دن سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ جھنڈا کل ایک ایسے شخص کو

دوں گا کہ جس کے ہاتھ پر خدائے تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا وہ شخص اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھتا ہے اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دوست رکھتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خوشخبری کو سن کر صحابۂ کرام نے وہ رات بڑی بے قراری میں کاٹی اس لئے کہ ہر صحابی کی یہ تمنا تھی کہ اے کاش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل صبح ہمیں جھنڈا عنایت فرماتے تو اس بات کی سند ہو جائے کہ ہم اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھتے ہیں اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں چاہتے ہیں اور اس نعمت عظمیٰ وسعادت کبریٰ سے بھی سرفراز ہو جاتے کہ فاتح خیبر بن جاتے۔ اس لئے کہ وہ صحابی تھے وہابی نہیں تھے۔ ان کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں تھا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی کیا خبر؟ بلکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ کے محبوب دانائے خفایا وغیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ کل ہو کر رہے گا۔ اس میں ذرہ برابر فرق نہیں ہو سکتا۔

جب صبح ہوئی تو تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اُمیدیں لئے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور ادب کے ساتھ دیکھنے لگے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آج کس کو سرفراز فرماتے ہیں۔ سب کی ارمان بھری نگاہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک کی جنبش پر قربان ہو رہی تھی کہ سرکار نے فرمایا اَیْنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٌ ۔ یعنی علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں ان کی آنکھیں دُکھتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی جا کر ان کو بلا لائے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم لائے گئے تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا تو وہ بالکل ٹھیک ہو گئیں۔ حدیث شریف کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ عَیْنَیْهِ فَبَرَأً اور ان کی آنکھیں اس طرح اچھی ہو گئیں گویا دُکھتی ہی نہ تھیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جھنڈا عنایت فرمایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ان لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہو جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نرمی سے کام لو پہلے انہیں اسلام کی طرف بلاؤ اور پھر بتلاؤ کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان پر کیا حقوق ہیں۔ خدا کی قسم اگر تمہاری کوشش سے ایک شخص کو بھی

ہدایت مل گئی تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہوگا۔ (بخاری۔مسلم۔مشکوٰۃ،ص ۵۶۳)

اسلام قبول کرنے یا صلح کرنے کے بجائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مقابلہ کرنے کیلئے مُرحّب یہ رجز پڑھتا ہوا قلعہ سے باہر نکلا۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّیْ مُرَحَّب　　شَاكِي السَّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّب

یعنی بے شک خیبر جانتا ہے کہ میں مُرحّب ہوں ہتھیاروں سے لیس، بہادر اور تجربہ کار ہوں۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس کے جواب میں رجز کا یہ شعر پڑھا۔

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہْ　　كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَہْ

یعنی میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام ''شیر'' رکھا ہے۔ میری صورت جھاڑیوں میں رہنے والے شیر کی طرح خوفناک ہے۔

مُرحّب بڑے گھمنڈ سے آیا تھا لیکن شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس روز سے تلوار ماری کہ اس کے سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک پہنچ گئی اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔اس کے بعد آپ نے فتح کا علان فرمادیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس روز آپ نے خیبر کا دروازہ اپنی پیٹھ پر اُٹھالیا تھا اور اس پر مسلمانوں نے چڑھ کر قلعہ کو فتح کر لیا تھا۔اس کے بعد آپ نے وہ دروازہ پھینک دیا۔ جب لوگوں نے اسے گھسیٹ کر دوسری جگہ ڈالنا چاہا تو چالیس آدمیوں سے کم اسے اُٹھا نہ سکا۔ (تاریخ الخلفاء،ص ۱۱۴)

اور بن عساکر نے ابورافع سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جنگ خیبر میں قلعہ کا پھاٹک ہاتھ میں لے کر اس کو ڈھال بنالیا اور پھاٹک ان کے ہاتھ میں برابر رہا اور وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں خیبر کو فتح فرمایا۔ اس کے بعد پھاٹک کو آپ نے پھینک دیا۔لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد ہمارے ساتھ کئی آدمیوں نے مل کر اسے پلٹنا چاہا مگر وہ نہیں پلٹا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۴)

آپ کا حلیہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جسم کے فربہ تھے۔ اکثر خود استعمال کرنے کی وجہ سے سر کے بال اُڑے ہوئے تھے۔ آپ نہایت قوی اور میانہ قد مائل بہ پستی تھے۔ آپ کا پیٹ

دیگر اعضاء کے اعتبار سے کسی قدر بھاری تھا۔ مونڈھوں کے درمیان کا گوشت بھرا ہوا تھا۔ پیٹ سے نیچے کا جسم بھاری تھا۔ رنگ گندمی تھا۔ تمام جسم پر لمبے لمبے بال۔ آپ کی ریش مبارک گھنی اور دراز تھی۔

مشہور ہے کہ ایک یہودی کی داڑھی بہت مختصر تھی ٹھوڑی پر صرف چند گنتی کے بال تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی داڑھی مبارک بڑی گھنی اور لمبی تھی۔ ایک دن وہ یہودی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہنے لگا اے علی! تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن میں سارے علوم ہیں اور تم باب مدینۃ العلم ہو تو بتاؤ قرآن میں تمہاری گھنی داڑھی اور میری مختصر داڑھی کا بھی ذکر ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا...... ہاں سورۂ اعراف میں ہے وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَ الَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۔ یعنی جو اچھی زمین ہے اس کی ہریالی اللہ کے حکم سے خوف نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس میں سے نہیں نکلتی مگر تھوڑی بمشکل۔ (سورۃ الاعراف: پ۸ ع۱۴)

تو اے یہودی وہ اچھی زمین ہماری ٹھوڑی ہے اور خراب زمین تیری ٹھوڑی۔

معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا علم بہت وسیع تھا کہ اپنی گھنی داڑھی اور یہودی کی مختصر داڑھی کا ذکر آپ نے قرآن مجید میں ثابت کر دکھایا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن سارے علوم کا خزانہ ہے مگر لوگوں کی عقلیں اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں ایک شاعر نے بہت خوب کہا ہے۔

جَمِيْعُ الْعِلْمِ فِي الْقُرْاٰنِ لٰكِنْ　　تَقَاصَرَ عَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَال

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور احادیث کریمہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں بلکہ امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں جتنی حدیثیں آپ کی فضیلت میں ہیں کسی اور صحابی کی فضیلت میں اتنی حدیثیں نہیں ہیں۔ بخاری اور مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مدینہ طیبہ میں رہنے کا حکم فرمایا اور اپنے ساتھ نہیں لیا تو اُنہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے یہاں عورتوں اور بچوں پر اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑے

جاتے ہیں۔تو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اَمَا تَرْضیٰ اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسیٰ** ۔ یعنی کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہیں اس طرح چھوڑے جاتا ہوں کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے۔ البتہ فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر جانے کے وقت چالیس دن کیلئے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ بنایا تھا اسی طرح جنگ تبوک کی روانگی کے وقت میں تم کو اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر جا رہا ہوں۔ لہٰذا جو مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام کا تھا وہی مرتبہ ہماری بارگاہ میں تمہارا ہے۔ اسلئے اے علی! تمہیں خوش ہونا چاہئے۔ تو ایسا ہی ہوا کہ اس خوشخبری سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تسلی ہوگئی۔

رافضی اس حدیث شریف سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفۂ بلافصل ہونے کا استدلال کرتے ہیں جو صحیح نہیں۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خلیفۂ مطلق نہیں بنایا تھا بلکہ ان کی خلافت محض خانگی امور کی نگرانی اور اہل وعیال کی دیکھ بھال کیلئے تھی اسی سبب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کا صوبہ دار، حضرت سباع عرفطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ کا کوتوال اور حضرت ابن اُم مکتوم کو اپنی مسجد کا امام بنایا تھا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی سے منافق محبت نہیں کرتا اور مومن علی سے بغض وعداوت نہیں رکھتا۔ (ترمذی)

سبحان اللہ...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی کیا ہی بلند و بالا شان کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے محبت نہ کرنے کو منافق ہونے کی علامت ٹھہرایا اور آپ سے بغض وعداوت رکھنے کو مومن نہ ہونے کا معیار قرار دیا۔ یعنی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے محبت نہ کرے وہ منافق ہے اور جو ان سے بغض وعداوت رکھے وہ مومن نہیں ہے۔

اور حضرت اُم اسلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّنِیْ** ۔ یعنی جس نے علی کو بُرا بھلا کہا تو تحقیق اس نے مجھ کو بُرا بھلا

کہا۔(مشکوٰۃ)

یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا قرب اور نزدیکی حاصل ہے کہ جس نے ان کی شان میں گستاخی و بے ادبی کی تو گویا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کی توہین کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

اور حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک کھلے ہوئے میدان میں بہت سے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میں اللہ کی قسم دے کر تم لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم غدیر میں میرے متعلق کیا ارشاد فرمایا تھا؟ تو اس مجمع سے تیس آدمی کھڑے ہوئے اور ان لوگوں نے گواہی دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز فرمایا تھا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ ۔ یعنی میں جس کا مولیٰ ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ یا اللہ عزوجل! جو شخص علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو شخص علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔ (تاریخ الخلفاء)

اور طبرانی میں و بزار حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی و حاکم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا ۔ یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور جنہوں نے اس کو موضوع کہا ہے اُنہوں نے غلطی کی ہے۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۱۱۶)

اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ اَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ اَحَبَّنِيْ ۔ یعنی جس نے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی وَمَنْ اَحَبَّنِيْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰهَ ۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ وَ مَنْ اَبْغَضَ عَلِيًّا فَقَدْ اَبْغَضَنِيْ وَمَنْ اَبْغَضَنِيْ فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰهَ ۔ یعنی جس نے علی رضی اللہ عنہ سے دُشمنی کی اس نے مجھ سے دُشمنی کی اور جس نے مجھ سے دُشمنی کی اُس نے اللہ سے دُشمنی کی۔ (تاریخ الخلفاء بحوالہ طبرانی)

اور بزار، ابویعلی اور حاکم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ تمہاری حالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ یہودیوں نے ان سے یہاں تک دشمنی کی کہ ان کی والدہ حضرت مریم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر تہمت لگائی اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی تو اس قدر حد سے بڑھ گئے کہ ان کو اللہ یا اللہ کا بیٹا کہہ دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا تو کان کھول کر سن لو۔ میرے بارے میں بھی دو گروہ ہلاک ہوں گے۔ ایک میری محبت میں حد سے تجاوز کرے گا اور میری ذات سے ان باتوں کو منسوب کرے گا جو مجھ میں نہیں ہیں اور دوسرا گروہ اس قدر بغض وعداوت رکھے گا کہ مجھ پر بہتان لگائے گا۔ (تاریخ الخلفاء)

اس حدیث شریف کی پیشین گوئی حرف بحرف صحیح ہوئی۔ بے شک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں دو فرقے گمراہ ہو کر ہلاک ہوئے۔ ایک رافضی اور دوسرے خارجی۔ رافضی اس لئے ہلاک ہوئے کہ اُنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حد سے بڑھایا یہاں تک کہ ان کو خدا کہہ دیا (دیکھئے تحفۂ اثناعشریہ باب اوّل) اور خارجیوں نے ان سے اس قدر بغض وعداوت رکھی کہ ان کو کافر کہہ دیا۔ (معاذ اللہ رب العالمین)

ابوتراب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ایک کنیت ابوتراب بھی ہے جیسا کہ شروع میں بتایا جا چکا ہے۔ جب کوئی شخص آپ کو ابوتراب کہہ کر پکارتا تھا تو آپ بہت خوش ہوتے تھے اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف کرم کے مزے لیتے تھے اس لئے کہ یہ کنیت آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے عنایت ہوئی تھی۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز آپ مسجد میں آکر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے جسم پر کچھ مٹی لگ گئی تھی کہ اتنے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے آپ کے بدن کی مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا قُمْ یَا اَبَا تُرَابْ ۔ یعنی اے مٹی والے! اُٹھو اس روز سے آپ کی کنیت ابوتراب ہوگئی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

خلفائے ثلاثہ اور حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خلفائے ثلاثہ میں سے ہر ایک کی خلافت کو بخوشی منظور

فرمایا ہے اور کسی کی خلافت سے انکار نہیں کیا ہے جیسا کہ ابن عساکر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بصرہ تشریف لائے تو ابن الکواء اور قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے کھڑے ہو کر آپ سے پوچھا کہ آپ ہمیں یہ بتلائیے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ ہو گے تو یہ بات کہاں تک سچ ہے اس لئے کہ آپ سے زیادہ اس معاملہ میں صحیح بات اور کون کہہ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا تھا جب میں نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کی تو اب میں غلط بات آپ کی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کا کوئی وعدہ مجھ سے کیا ہوتا تو میں حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر نہ کھڑا ہونے دیتا میں ان دونوں کو انہیں ہاتھوں سے قتل کر ڈالتا چاہے میرا ساتھ دینے والا کوئی نہ ہوتا۔ یہ تو سب لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک کسی نے قتل نہیں کیا اور نہ آپ کا یکایک وصال ہوا بلکہ کئی دن تک آپ کی طبیعت ناساز رہی اور جب آپ کی بیماری نے زور پکڑا اور مؤذن نے آپ کو نماز کیلئے بلایا تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا اور مشاہدہ فرماتے رہے۔ مؤذن نے پھر آپ کو نماز کیلئے بلایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کیلئے فرمایا۔ آپ کی ازواج مطہرات میں سے ایک نے (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت سے باز رکھنا چاہا تو آپ نے ناراضگی ظاہر کی اور فرمایا کہ تم لوگ تو یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتیں ہو۔ ابوبکر صدیق سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو ہم نے خلافت کے متعلق غور کرنے کے بعد پھر انہیں کو اپنی دُنیا کیلئے اختیار کر لیا جس کو پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین یعنی نماز کیلئے منتخب فرمایا تھا چونکہ نماز دین کی اصل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دین و دُنیا دونوں کے قائم فرمانے والے تھے اس لئے ہم سب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور سچی بات یہی

ہے کہ وہی اس کے اہل بھی تھے۔ اسی لئے کسی نے آپ کی خلافت میں اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا اور نہ کسی نے آپ کی خلافت سے روگردانی کی۔ اسی بناء پر میں نے بھی آپ کا حق ادا کیا اور آپ کی اطاعت کی میں نے آپ کے لشکر میں شریک ہوکر کافروں سے جنگ کی۔ مال غنیمت یا بیت المال سے جو آپ نے دیا وہ ہم نے بخوشی قبول کیا اور جہاں کہیں آپ نے مجھے جنگ کیلئے بھیجا میں گیا اور دل کھول کر لڑا یہاں تک کہ ان کے حکم سے شرعی سزائیں بھی دیں یعنی حدود جاری کیے۔

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو اُنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بہترین جانشین اور سنت نبوی پر عمل کرنے والے تھے تو ہم نے ان کے ہاتھ پر بھی بیعت کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے پر بھی کسی شخص نے بالکل اختلاف نہیں کیا اور نہ کوئی کسی کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوا اور ایک فرد بھی آپ کی خلافت سے بیزار نہیں ہوا۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حقوق بھی ادا کیے اور پورے طور پر ان کی اطاعت کی اور ان کے لشکر میں بھی شریک ہوکر دشمنوں سے جنگ کی اور اُنہوں نے جو کچھ مجھے دیا میں نے خوشی سے لے لیا۔ اُنہوں نے مجھے لڑائیوں پر بھیجا میں نے دل کھول کر کافروں سے مقابلہ کیا اور آپ کے زمانۂ خلافت میں بھی اپنے کوڑوں سے مجرموں کو سزائیں دیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت، اسلام لانے میں سبقت، اور اپنی دوسری فضیلتوں کی جانب دل میں غور کیا تو مجھے یہ خیال ضرور پیدا ہوا کہ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میری خلافت کے بارے میں کوئی اعتراض نہ ہوگا لیکن غالباً حضرت عمر کو یہ خوف ہوا کہ وہ کہیں ایسا خلیفہ نامزد نہ کر دیں کہ جس کے اعمال کا خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قبر میں جواب دینا پڑے۔ اس خیال کے پیش نظر اُنہوں نے اپنی اولاد کو بھی خلافت کیلئے نامزد نہیں فرمایا بلکہ خلیفہ کے مقرر کرنے کا مسئلہ چھ قریشیوں کے سپرد کیا جن میں سے ایک میں بھی تھا۔ جب ان چھ ممبروں نے

انتخاب خلیفہ کیلئے اجلاس طلب کیا تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ اب خلافت میرے سپرد کر دی جائے گی، یہ کمیٹی میرے برابر کسی دوسرے کو حیثیت نہیں دے گی اور مجھی کو خلیفہ منتخب کرے گی۔ جب کمیٹی کے سب افراد جمع ہو گئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں سے وعدہ لیا کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے جس کو خلیفہ مقرر فرما دے ہم سب اس کی اطاعت کریں گے اور اس کے احکام کو خوشی سے بجا لائیں گے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس وقت میں نے سوچا کہ میری اطاعت میری بیعت پر غالب آ گئی اور مجھ سے جو وعدہ لیا گیا تھا وہ اصل میں دوسرے کی بیعت کیلئے تھا۔ بہر حال میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بھی بیعت کر لی اور خلیفہ اول و دوم کی طرح ان کی اطاعت بھی قبول کر لی۔ ان کے حقوق ادا کئے، ان کے سر کردگی میں جنگیں لڑیں، ان کے عطیات کو قبول کیا اور مجرموں کو شرعی سزائیں بھی دیں۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ دونوں خلیفہ کہ جن سے میں نے نماز کے سبب بیعت کی تھی وصال فرما چکے اور جن کیلئے مجھ سے وعدہ لیا گیا تھا وہ بھی رخصت ہو گئے۔ لہٰذا یہ سوچ کر میں نے بیعت لینا شروع کر دی۔ مکہ معظّمہ و مدینہ طیبہ کے باشندوں نے اور کوفہ و بصرہ کے رہنے والوں نے میری بیعت کر لی۔ اب خلافت کیلئے میرے مقابل وہ شخص کھڑا ہوا ہے (یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو قرابت، علم اور سبقت اسلام میں میرے برابر نہیں۔ اس لئے میں اس شخص کے مقابلہ میں خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۱۲۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اس تفصیلی بیان سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ان کو خلافت کیلئے نامزد نہیں فرمایا تھا اور نہ ان سے اس قسم کا کوئی وعدہ فرمایا تھا اسی لئے آپ نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت سے انکار نہیں کیا اور نہ ان کی مخالفت کی بلکہ ہر طرح سے ان کا تعاون کیا اور ان کے عطیات کو قبول فرمایا۔

دراصل راز یہ ہے کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بلافصل خلیفہ منتخب ہو جاتے تو خلفائے ثلاثہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت و نیابت کی نعمت سے سرفراز نہ ہو پاتے۔ سب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے عہد

ہی میں انتقال کر جاتے حالانکہ علم الٰہی میں یہ مقدر ہو چکا تھا وہ تینوں حضرات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت سے سرفراز ہوں گے تو خدائے تعالیٰ نے صحابۂ کرام کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اسی ترتیب سے خلیفہ منتخب کریں کہ جس ترتیب کے ساتھ وہ دُنیا سے رخصت ہونے والے ہیں تا کہ ان میں سے کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت سے محروم نہ رہے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

آپ کا علم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم علم کے اعتبار سے بھی علمائے صحابہ میں بہت اُونچا مقام رکھتے ہیں۔ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ آپ کے فتوے اور فیصلے اسلامی علوم کے انمول جواہر پارے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے جب بھی آپ سے کسی مسئلہ کو دریافت کیا تو ہمیشہ درست ہی جواب پایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ علی سے زیادہ مسائل شرعیہ کا جاننے والا کوئی اورنہیں ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں علم فرائض اور مقدمات کے فیصلہ کرنے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی دوسرانہیں تھا اور حضرت سعید بن میبب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کوئی یہ کہنے والانہیں تھا کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو اور حضرت سعید بن میبب رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کوئی مشکل مقدمہ پیش ہوتا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم موجود نہ ہوتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے کہ مقدمہ کا فیصلہ کہیں غلط نہ ہو جائے۔ (تاریخ الخلفاء)

مشہور ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایسی عورت پیش کی گئی جسے زنا کا حمل تھا۔ ثبوت شرعی کے بعد آپ نے اس سنگسار کا حکم فرمایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے یاد دلایا کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ حاملہ عورت کو بچہ پیدا ہونے کے بعد سنگسار کیا جائے۔ اس لئے کہ زنا کرنے والی عورت اگر چہ گنہگار ہوتی ہے

مگراس کے پیٹ کا بچہ بے قصور ہوتا ہے۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی یاددہانی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلہ سے رجوع کرلیا اور فرمایا لَوْ لاَ عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ یعنی اگر علی نہ ہوتے عمر ہلاک ہو جاتا۔علی کی موجودگی نے عمر کو ہلاکت سے بچالیا۔

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آپ کے فیصلے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فیصلے ایسے عجیب وغریب اور نادر روزگار ہیں کہ جنہیں پڑھ کر بڑے بڑے عقلمندوں اور دانشوروں کی عقلیں حیران ہیں اور یہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور ان کی دُعا کی برکت ہے۔خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی جانب قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! میں ابھی نا تجربہ کار جوان ہوں معاملات طے کرنا نہیں جانتا ہوں اور آپ مجھے یمن بھیجتے ہیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا الہ العالمین ! اس کے قلب کو روشن فرمادے اور اس کی زبان میں تاثیر عطا فرمادے، ’’قسم ہے اس ذات کی جو چھوٹے سے بیج سے بڑا درخت پیدا کرتا ہے‘‘ اس دُعا کے بعد سے پھر کبھی مجھے کسی مقدمہ کے فیصلہ میں کوئی تردد نہیں رہا۔ بغیر کسی شک وشبہ کے میں نے ہر مقدمہ کا تصفیہ کردیا۔

آقا اور غلام

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یمن کے ایک شخص نے اپنے غلام کو اپنے لڑکے کے ساتھ کوفہ بھیجا۔اتفاق سے راستہ میں دونوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ لڑکے نے غلام کو مارا اور غلام نے اسے گالیاں دیں۔کوفہ پہنچ کر غلام نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا میرا غلام ہے اور اسے بیچنا چاہا۔

یہ مقدمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عدالت میں پہنچا۔آپ نے خادم قنبر سے فرمایا کہ اس کمرہ کی دیوار میں دو بڑے بڑے سوراخ بناؤ اور ان دونوں سے کہو کہ اپنے اپنے سران سوراخوں سے باہر نکالیں۔ جب یہ سب ہو گیا تو آپ نے فرمایا اے قنبر ! رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار لاؤ۔ جب حضرت قنبر تلوار لے آئے تو آپ نے فرمایا فوراً غلام کا سر کاٹ لو۔ اتنا سنتے ہی غلام نے فوراً اپنا سر اندر کھینچ لیا اور دوسرا نوجوان اپنی حالت پر قائم رہا۔ اس طرح آپ کے اجلاس میں بغیر کسی گواہ و شہادت کے فیصلہ ہو گیا کہ آقا کون ہے اور غلام کون ہے؟ آپ نے غلام کو سزا دی اور اسے یمن بھیج دیا۔ (عشرۂ مبشرہ)

حقیقی ماں

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ دو عورتیں ایک لڑکے کے متعلق جھگڑا کرتی ہوئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس آئیں دونوں کا کہنا تھا کہ یہ لڑکا ہمارا ہے۔ آپ نے پہلے ان دونوں کو بہت سمجھایا لیکن جب ان کی ہنگامہ آرائی جاری رہی تو آپ نے حکم دیا آرہ لاؤ۔ اُنہوں نے پوچھا آرہ کس لئے منگوا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اس لڑکے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو آدھا آدھا دوں گا۔ حقیقت میں اس لڑکے کی جو ماں تھی یہ سن کر بے قرار ہو گئی اور اس کے چہرہ سے غمگینی ظاہر ہوئی۔ اس نے نہایت عاجزی سے عرض کیا امیر المؤمنین! میں اس لڑکے کو نہیں لینا چاہتی۔ یہ اسی عورت کا ہے آپ اسی کو دے دیجئے مگر خدا کے واسطے اس کو قتل نہ کیجئے۔ آپ نے وہ لڑکا اسی بے قرار عورت کو دے دیا جو عورت خاموش کھڑی رہی آپ نے اس سے فرمایا کہ تم کو شرم آنی چاہئے کہ تم نے میرے اجلاس میں جھوٹا بیان دیا۔ یہاں تک کہ اس عورت نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔ (عشرۂ مبشرہ)

ایک شخص کی وصیت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے مرتے وقت اپنے ایک دوست کو دس ہزار درہم دیئے اور وصیت کی کہ جب تم سے میرے لڑکے سے ملاقات ہو تو اس میں سے جو تم چاہو وہ اس کو دے دینا۔ اتفاق سے کچھ روز بعد اس کا لڑکا وطن میں آ گیا۔ اس موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس شخص سے پوچھا کہ بتاؤ تم مرحوم کے لڑکے کو کتنا دو گے؟ اس نے کہا ایک ہزار درہم۔ آپ نے فرمایا اب تم اس کو نو ہزار دو۔ اس لئے کہ جو تم نے چاہا وہ نو ہزار ہیں اور مرحوم نے یہ وصیت کی کہ جو تم چاہو وہ اس کو دے دینا۔
(عشرۂ مبشرہ)

سترہ اُونٹ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں تین شخص آئے ان کے پاس سترہ اونٹ تھے۔ ان لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ان اونٹوں کو آپ ہمارے درمیان تقسیم کر دیں۔ ہم میں ایک شخص آدھے کا حصہ دار ہے دوسرا تہائی کا اور تیسرا نوویں حصہ کا۔ مگر شرط یہ ہے کہ پورے پورے اونٹ ہر شخص کو ملیں۔ کاٹ کر تقسیم نہ کریں اور نہ کسی سے کچھ پیسہ دلائیں۔

بڑے بڑے دانشور جو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اُنہوں نے آپس میں کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ پورے پورے اونٹ ہر شخص کو ملیں اور وہ کاٹے نہ جائیں نہ کسی سے کچھ پیسے دلائے جائیں۔ اس لئے کہ جو شخص آدھے کا حصہ دار ہے اسے سترہ میں ساڑھے آٹھ ملے گے اور جو شخص تہائے کا حق دار ہے پونے چھ (5.75) ہی اونٹ پائے گا۔ سترہ میں سے پورا چھ اسے بھی نہیں ملے گا اور جس کا حصہ نوواں ہے سترہ میں سے وہ بھی دو سے کم ہی پائے گا تو ایک دو نہیں بلکہ تین اونٹ ذبح کئے بغیر' سترہ اونٹوں کی تقسیم ان کے لوگوں کے درمیان ہرگز نہیں ہوسکتی۔

مگر قربان جایئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عقل و دانائی اور ان کی قوت فیصلہ پر کہ آپ نے بلا تامل فوراً ان کے اونٹوں کو ایک لائن میں کھڑا کروا دیا اور اپنے خادم سے فرمایا کہ ہمارا ایک اونٹ اسی لائن کے آخر میں لاکر کھڑا کر دو۔ جب آپ کے اونٹ کو ملا کر کل اٹھارہ اونٹ ہو گئے تو جو شخص آدھے کا حصہ دار تھا آپ نے اسے اٹھارہ میں سے نو دیے اور تہائی حصہ دار کو اٹھارہ میں سے چھ۔ پھر نوویں کے حصہ دار کو اٹھارہ میں سے دو دیے اور اپنے اونٹ کو پھر اپنی جگہ پر بھجوا دیا۔

اس طرح آپ نے نہ تو کوئی اونٹ کاٹا اور نہ ہی کسی کو کچھ نقد پیسہ دلوایا اور سترہ اونٹوں کو ان کی شرط کے مطابق تقسیم فرما دیا جس پر کسی شخص کو کوئی اعتراض نہیں ہوا۔

آپ کے اس فیصلہ کو دیکھ کر سارے حاضرین دنگ ہو گئے اور سب بیک زبان پکار اُٹھے کہ بے شک آپ کا سینہ فضل و کمال کا خزینہ' حکمت و عدالت کا سفینہ اور علم نبوت کا مدینہ ہے۔ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم۔

آٹھ روٹیاں

دو آدمی سفر میں ایک ساتھ کھانا کھانے کیلئے بیٹھے۔ ان میں سے ایک کی پانچ روٹیاں تھیں دوسرے کی تین۔ اتنے میں ایک شخص اُدھر سے گزرا اس نے دونوں کو سلام کیا۔ اُنہوں نے اس کو بھی اپنے ساتھ کھانے پر بٹھا لیا اور تینوں نے مل کر وہ سب روٹیاں کھائیں۔ کھانے سے فارغ ہو کر اس تیسرے شخص نے آٹھ درہم دیئے اور کہا آپس میں بانٹ لینا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میں پانچ درہم لوں گا کہ میری پانچ روٹیاں تھیں اور تم تین درہم لو کہ تمہاری تین ہی تھیں۔ تین روٹی والے نے کہا نہیں بلکہ آدھے درہم ہمارے ہیں اور آدھے تمہارے اس لئے کہ ہم دونوں نے مل کر روٹیاں کھائیں ہیں۔ لہٰذا دونوں کا حصہ برابر چار چار درہم ہو گا۔ جب دونوں میں معاملہ طے نہ ہوا تو اس جھگڑے کا فیصلہ کرانے کیلئے دونوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اجلاس میں پہنچے۔ آپ نے سارا واقعہ سننے کے بعد تین روٹی والے سے فرمایا کہ تمہارا ساتھی جو تین درہم تم کو دے رہا ہے لے لو۔ اس لئے کہ تمہاری روٹیاں کم تھیں تین روٹیوں والے نے کہا کہ میں اس غیر منصفانہ فیصلہ پر راضی نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ غیر منصفانہ فیصلہ نہیں ہے۔ حساب سے تو تمہارا ایک ہی درہم ہوتا ہے۔ اس نے کہا آپ حساب ہمیں سمجھا دیجئے تو ہم ایک ہی درہم لے لیں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کان کھول کر سنو! تمہاری تین روٹیاں تھیں اور اس کی پانچ۔ کل آٹھ روٹیاں ہوئیں اور کھانے والے کل تین تھے۔ تو ان آٹھ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کرو تو کل چوبیس ٹکڑے ہوئے۔ اب ان چوبیس ٹکڑوں کو تین کھانے والوں پر تقسیم کرو تو آٹھ آٹھ ٹکڑے سب کے حصے میں آئے۔ یعنی آٹھ ٹکڑے تم نے کھائے آٹھ تمہارے ساتھی نے اور آٹھ اس تیسرے شخص نے۔ اب غور سے سنو! تمہاری تین روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں تو نو ٹکڑے بنتے ہیں اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں تو پندرہ ٹکڑے بنتے ہیں تو تم نے اپنے نو ٹکڑوں میں سے آٹھ ٹکڑے خود کھائے اور تمہارا صرف ایک ٹکڑا بچا جو اس تیسرے شخص نے کھایا لہٰذا تمہارا صرف ایک درہم ہوا اور تمہارے ساتھی نے اپنے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور اس کے سات ٹکڑے اس

تیسرے شخص نے کھائے لہٰذا سات درہم اس کے ہوئے۔ یہ فیصلہ سن کر تین روٹی والا حیران ہوگیا۔ مجبوراً اسے ایک ہی درہم لینا پڑا اور دل میں کہنے لگا۔ اے کاش! میں تین درہم لے لئے ہوتے تو اچھا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی کرامتیں

امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بہت سی کرامتوں کا ظہور ہوا ہے جن میں سے چند کرامتوں کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں مقام پر جاؤ وہاں ایک مسجد ہے جس کے پہلو میں ایک مکان واقع ہے اس میں ایک مرد ایک عورت آپس میں لڑتے ہوئے ملیں گے انہیں ہمارے پاس لے آؤ۔ وہ شخص وہاں پہنچا تو دیکھا واقعی وہ دونوں آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ آپ کے حکم کے مطابق وہ ان دونوں کو ساتھ لے آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج رات تم دونوں میں بہت لڑائی ہوئی۔ نوجوان نے کہا اے امیر المؤمنین! میں نے اس عورت سے نکاح کیا لیکن جب میں اس کے پاس آیا تو اس کی صورت سے مجھے سخت نفرت ہوگئی۔ اگر میرا بس چلتا تو اس عورت کو میں اسی وقت اپنے پاس سے دُور کر دیتا۔ اس نے مجھ سے جھگڑنا شروع کر دیا اور صبح تک لڑائی ہوتی رہی یہاں تک کہ آپ کا بھیجا ہوا آدمی ہمیں بلانے کیلئے پہنچا۔ حاضرین کو آپ نے جانے کا اشارہ فرمایا وہ چلے گئے اس کے بعد آپ نے اس عورت سے پوچھا تم اس جوان کو پہچانتی ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ صرف اتنا جانتی ہوں کہ یہ کل سے میرا شوہر ہے۔ آپ نے فرمایا اب تو اچھی طرح جان لے گی مگر سچ سچ کہنا جھوٹ ہرگز نہیں بولنا۔ اس نے کہا میں وعدہ کرتی ہوں جھوٹ قطعی نہیں بولوں گی۔ آپ نے فرمایا تم فلاں کی بیٹی فلاں ہو؟ اس نے کہا ہاں حضور! میں وہی ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا تمہارا چچازاد بھائی تھا جو تم پر عاشق تھا اور تو بھی اس سے بہت محبت کرتی تھی۔ اس نے اس بات کا بھی اقرار کیا۔ پھر آپ نے فرمایا تو ایک دن کسی ضرورت سے رات کے وقت گھر سے باہر نکلی تو اس نے تجھے پکڑ کر تجھ سے زنا کیا اور تو حاملہ ہوگئی۔ اس بات کو تو نے اپنے باپ سے چھپا رکھا۔ اس نے کہا بے شک ایسا ہی ہوا

تھا۔ آپ نے فرمایا مگر تیری ماں سارا واقعہ جانتی تھی اور جب بچہ پیدا ہونے کا وقت آیا تو رات تھی۔ تیری ماں تجھے گھر سے باہر لے گئی تجھے لڑکا پیدا ہوا تو نے اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دیوار کے پیچھے ڈال دیا اتفاق سے وہاں ایک کتا پہنچ گیا جس نے اسے سونگھا تو نے اس کتے کو ایک پتھر مارا جو پتھر بچے کے سر پر لگا جس سے وہ زخمی ہوگیا۔ تیری ماں نے اپنے ازار بند سے کچھ کپڑا اپھاڑ کر اس کے سر کو باندھ دیا پھر تم دونوں واپس چلی آئیں اور پھر تمہیں اس لڑکے کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اس عورت نے جواب دیا ہاں حضور ایسا ہی ہوا تھا۔ مگر اے امیر المؤمنین! اس واقعہ کو میرے اور میری ماں کے علاوہ کوئی تیسرا نہیں جانتا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا جب صبح ہوئی تو فلاں قبیلہ اس لڑکے کو اُٹھا کر لے گیا اور اس کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ جوان ہوگیا کوفہ شہر میں آیا اور اب تجھ سے شادی کر لی۔ پھر آپ نے اس نوجوان سے کہا اپنا سر کھولو۔ اس نے اپنا سر کھولا تو زخم کا اثر ظاہر تھا۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارا لڑکا ہے۔ خدائے عزوجل نے اسے حرام چیز سے محفوظ رکھا۔ فرمایا لے اسے اپنے ساتھ لے جا۔ تو اس کی بیوی نہیں ماں ہے اور یہ تیرا شوہر نہیں بیٹا ہے۔

(شواہد النبوۃ)

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ کے محبوب عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتے بلکہ ان کے اندر ایسا کمال ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے سارے حالات جانتے ہیں۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

حال تو دانند یک بیک موبمو　　زانکہ پرہستند از اسرار ہو

یعنی اللہ کے محبوب تمہارے ہر حال سے ذرہ ذرہ آگاہ ہیں اس لئے کہ ان کے اندر اسرار ربانی بھرے ہوئے ہیں۔

فرات میں طغیانی

کوفہ والوں نے آپ سے عرض کیا اے امیر المؤمنین! اس سال دریائے فرات کی طغیانی کے سبب ہماری کھیتیاں برباد ہو رہی ہیں کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ دریا کا پانی کم ہو جائے۔ آپ اُٹھ کر مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ لوگ گھر کے دروازہ پہ آپ کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک آپ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ

پہنے، عمامہ سر پر باندھے اور عصائے مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے باہر تشریف لائے ایک گھوڑا منگوا کر اس پر سوار ہوئے اور فرات کی طرف روانہ ہوئے عوام وخواص میں بہت لوگ آپ کے پیچھے پیچھے چلے۔ جب آپ فرات کے کنارے پہنچے تو گھوڑے سے اُتر کر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اُٹھ کر عصائے مبارک ہاتھ میں لیا اور فرات کے پل پر آ گئے اس وقت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ان کے ساتھ تھے آپ نے عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا تو پانی کی سطح ایک ہاتھ کم ہوگئی۔ آپ نے فرمایا کیا اتنا کافی ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں آپ نے پھر عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا پانی ایک ہاتھ اور کم ہوگیا۔ اس طرح جب تین فٹ پانی کی سطح نیچے ہوگئی تو لوگوں نے کہا یا امیر المؤمنین! بس اتنا کافی ہے۔ (شواہد النبوۃ)

سچ فرمایا مولانا روم علیہ الرحمۃ والرضوان نے کہا......

یاد او گر مونس جانت بود   ہر دو عالم زیر فرمانت بود

یعنی خدائے تعالیٰ کی یاد اگر تمہاری جان کی ساتھی بن جائے تو دونوں عالم تمہارے تابع فرمان ہو جائیں۔

پانی کا چشمہ

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جنگ صفین میں مشغول تھے آپ کے ساتھیوں کو پانی کی سخت ضرورت پڑی۔ لوگوں نے بہت دوڑ دھوپ کی مگر پانی دستیاب نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا اور آگے چلو۔ کچھ دُور چلے تو ایک گرجا نظر آیا۔ آپ نے اس گرجا میں رہنے والے سے پانی کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے کہا یہاں سے چھ میل کے فاصلے پر پانی موجود ہے۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ ہمیں اجازت دیجئے شاید ہم اپنی قوت کے ختم ہونے سے پہلے پانی تک پہنچ جائیں۔ آپ نے فرمایا اس کی حاجت نہیں۔ پھر اپنی سواری کو مغرب کی طرف موڑا اور ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہاں سے زمین کھودو۔ ابھی تھوڑی ہی زمین کھودی گئی تھی کہ نیچے سے ایک بڑا پتھر ظاہر ہوا جسے ہٹانے کیلئے کوئی ہتھیار بھی کارگر نہ ہو سکا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا یہ پتھر پانی پر واقع ہے کسی طرح اسے ہٹاؤ۔ آپ کے ساتھیوں نے بہت کوشش کی مگر اسے اپنی جگہ سے ہلا نہ سکے۔ اب شیر خدا نے اپنی آستین چڑھا کر انگلیاں اس پتھر کے نیچے رکھ کر زور لگایا تو پتھر

ہٹ گیا اور اس کے نیچے نہایت ٹھنڈا، میٹھا اور صاف پانی ظاہر ہوا جو اتنا اچھا تھا کہ پورے سفر میں اُنہوں نے ایسا پانی نہ پیا تھا۔ سب نے شکم سیر ہو کر پیا اور جتنا چاہا بھر لیا۔ پھر آپ نے اس پتھر کو اُٹھا کر چشمہ پر رکھ دیا اور فرمایا اس پر مٹی ڈال دو۔ جب راہب نے یہ دیکھا تو آپ کی خدمت میں کھڑے ہو کر نہایت ادب سے پوچھا کیا آپ پیغمبر ہیں؟ فرمایا نہیں۔ پوچھا کیا آپ فرشتۂ مقرب ہیں؟ فرمایا نہیں۔ پوچھا تو پھر آپ کون ہیں؟ فرمایا کہ میں سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد اور ان کا خلیفہ ہوں۔ راہب نے کہا ہاتھ بڑھایئے تا کہ میں آپکے ہاتھ پر اسلام قبول کروں۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا تو راہب نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللهِ ۔ آپ نے راہب سے دریافت فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم اتنی مدت سے اپنے دین پر قائم تھے اور آج تم نے اسلام قبول کر لیا۔ اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! یہ گرجا اسی ہاتھ پر فتح ہونا تھا جو اس چٹان کو ہٹا کر چشمہ نکالے اور ہماری کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اس چٹان کا ہٹانے والا یا تو پیغمبر ہو گا اور یا پیغمبر کا داماد۔ جب میں نے دیکھا کہ آپ نے اس پتھر کو ہٹا دیا تو میری مراد پوری ہو گئی اور مجھے جس چیز کا انتظار تھا وہ مل گئی۔ جب راہب سے آپ نے یہ بات سنی تو اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی کے بال تر ہو گئے۔ پھر فرمایا سب تعریف خدائے تعالیٰ کیلئے ہے کہ میں اس کے یہاں بھولا بسرا نہیں ہوں بلکہ میرا ذکر اس کی کتابوں میں موجود ہے۔ (شواہد النبوۃ)

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کو معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں کہاں کیا چیز ہے اور یہ درحقیقت علم غیب ہے جو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے و طفیل میں انہیں حاصل ہوتا ہے۔

آپ کی خلافت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دوسرے روز حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے علاوہ مدینہ طیبہ کے سب رہنے والوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ امیر المؤمنین ہو گئے۔ حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم نے بصرہ پہنچ کر قاتلین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے کا مطالبہ آپ سے شروع کیا اور بہت سے لوگ اس مطالبہ میں شریک ہو گئے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ

الکریم کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ بھی عراق تشریف لے گئے بصرہ راستے میں ہی پڑتا تھا یہاں ''جنگ جمل'' ہوئی جس میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما شہید ہو گئے۔ ان کے علاوہ اور بھی دونوں طرف کے ہزاروں آدمی کام آئے۔ بصرہ میں آپ نے پندرہ روز قیام فرمایا اور پھر کوفہ تشریف لے گئے۔

آپکے کوفہ پہنچنے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ پر خروج کیا ان کے ساتھ شامی لشکر تھا۔ کوفہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی بڑھے اور صفین کے مقام پر کئی روز تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر یہ جنگ ایک معاہدہ پر ختم ہوئی۔ طرفین کے لوگ اپنے اپنے مقام کو واپس ہو گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ واپس چلے آئے۔

جب آپ کوفہ تشریف لائے تو ایک جماعت جس کو ''خارجی'' کہا جاتا ہے آپ کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئی اور آپ کی خلافت سے انکار کر کے **لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰه** کا نعرہ بلند کیا یہاں تک کہ آپ سے جنگ کرنے کیلئے لشکر تیار کر لیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان کا سر کچلنے کیلئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ فرمایا طرفین میں جنگ ہوئی خارجی شکست کھا کر کچھ تو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے اور کچھ بھاگ کر نہروان چلے گئے اور وہاں پہنچ کر لوٹ مار شروع کر دی۔ آخر شیر خدا رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر ان کو تہِ تیغ کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء)

خارجیوں کی سازش

تین خارجی یعنی عبدالرحمٰن بن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکیر مکہ معظمہ میں جمع ہوئے اور آپس میں یہ فیصلہ کیا کہ ہم تینوں آدمی تین افراد حضرت علی بن ابی طالب، معاویہ بن ابی سفیان اور عمرو بن العاص کو قتل کر دیں گے۔ چنانچہ ابن ملجم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو، برک نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور عمرو بن بکیر نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ایک ہی معین تاریخ پر قتل کرنے کا عہد کیا اور یہ تینوں بد بخت ان شہروں کو روانہ ہو گئے جہاں جہاں ان کو اپنے اپنے نامزد کردہ شخص کو قتل کرنا تھا۔ ان میں سب سے پہلے ابن ملجم کوفہ پہنچا وہاں خارجیوں سے رابطہ قائم کر کے ان پر اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ وہ ١٧

رمضان ۴۰ھ کی رات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو شہید کر دیگا۔

امام سدی فرماتے ہیں کہ ابن ملجم ایک خارجیہ عورت پر عاشق ہو گیا تھا جس کا نام قطام تھا اس نے اپنا مہر تین ہزار درہم، ایک غلام ایک باندی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قتل رکھا تھا۔فرزدق شاعر نے اپنے اشعار میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فَلَمْ اَرَمَهْرًا اَسَاقَهُ ذُوْسَمَاحَةٍ   كَمَهْرِ قَطَامِ بَيِّنٍ غَيْرِ مُعْجَم
ثَلٰثَةُ الاٰفٍ وَّ عَبْدٌ وَّ قَيْنَةٌ   وَ ضَرَبُ عَلِيٍّ بِالْحُسَامِ الْمُصَمَّمْ
فَلاَ مَهْرَ اَغْلىٰ مِنْ عَلِيٍّ وَّاِنْ غَلاَ   وَلاَ قُتِلَ اِلَّا قَتِلَ ابْنِ مَلْجَم

یعنی میں نے کسی سخاوت کرنے والے کو ایسا مہر دیتے نہیں دیکھا جیسا مہر کہ قطام کا مقرر ہوا۔ تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک باندی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قتل۔تو آپ کے قتل سے بڑھ کر کوئی مہر نہیں ہو سکا۔اور ابن ملجم نے جو آپ کو دھوکے سے قتل کیا تو اس سے بڑھ کر کوئی قتل نہیں ہو سکتا۔

آپ کی شہادت

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو علی الصبح بیدار ہو کر اپنے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا آج رات خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ کی اُمت نے میرے ساتھ کجروی اختیار کی ہے اور سخت نزاع برپا کر دیا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ظالموں کے لیے دُعا کرو۔تو میں نے اس طرح دُعا کی یا الہ العالمین! تو مجھے ان لوگوں سے بہتر لوگوں میں پہنچا دے اور میری جگہ ان لوگوں پر ایسا شخص مسلط کر دے جو بُرا ہو۔ابھی آپ یہ بیان ہی فرما رہے تھے کہ ابن نباح مؤذن نے آواز دی اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃَ ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نماز پڑھانے کیلئے گھر سے چلے۔راستے میں لوگوں کو نماز کیلئے آواز دے دے کر آپ جگاتے جاتے تھے کہ اتنے میں ابن ملجم آپ کے سامنے آ گیا اور اس نے اچانک آپ پر تلوار کا بھرپور وار کیا اور وار اتنا سخت تھا کہ آپ کی پیشانی کنپٹی تک کٹ گئی اور تلوار دماغ پر جا کر ٹھہری۔شمشیر لگتے ہی آپ نے فرمایا فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ ۔ یعنی رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔آپ کے زخمی ہوتے ہی چاروں

طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور قاتل کو پکڑ لیا۔ (تاریخ الخلفاء)

آپ کی وصیت

حضرت عقبہ بن ابی صہبا کہتے ہیں کہ جب بد بخت ابن ملجم نے آپ پر تلوار کا وار کیا یعنی آپ زخمی ہو گئے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے انکو تسلی دی اور فرمایا بیٹے! میری چار باتوں کے ساتھ چار باتیں یاد رکھنا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا وہ کیا ہیں فرمایئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا۔ اوّل سب سے بڑی تونگری عقل کی توانائی ہے۔ دوسرے بیوقوفی سے زیادہ کوئی مفلسی اور تنگدستی نہیں۔ تیسرے غرور گھمنڈ سب سے سخت وحشت ہے۔ چوتھے سب سے عظیم خلق کرم ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ دوسری چار باتیں بھی بیان فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اوّل احمق کی محبت سے بچو۔ اس لئے کہ نفع پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے لیکن نقصان پہنچ جاتا ہے۔ دوسرے جھوٹے سے پرہیز کرو۔ اس لئے کہ وہ دُور کو نزدیک اور نزدیک کو دُور کر دیتا ہے۔ تیسرے بخیل سے دُور رہو۔ اس لئے کہ وہ تم سے ان چیزوں کو چھڑا دے گا جن کی تم کو حاجت ہے۔ چوتھے فاجر سے کنارہ کش رہو۔ اس لئے کہ وہ تمہیں تھوڑی سی چیز کے بدلے میں فروخت کر ڈالے گا۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سخت زخمی ہونے کے باوجود جمعہ و ہفتہ تک بقید حیات رہے لیکن اتوار کی رات میں آپ کی روح بارگاہ قدس میں پرواز کر گئی اور یہ بھی روایت ہے کہ ۱۹ رمضان جمعہ کی شب میں آپ زخمی ہوئے اور ۲۱ رمضان شب یکشنبہ ۴۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ

چار برس آٹھ ماہ نو دن اپنے اُمور خلافت کو انجام دیا اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دیا اور آپ کی نماز جنازہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ آپ کے دفن سے فارغ ہونے کے بعد امیر المؤمنین کے قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم کو حضرت امام حسن

رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا پھر اس کے ہاتھ پیر کاٹ کر ایک ٹوکرے میں ڈال دیا اور اس میں آگ لگا دی جس سے اس کی لاش جل کر راکھ ہوگئی۔

آپ کا مزار

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو رات کے وقت دفن کیا گیا اور ایک مصلحت سے آپ کا مزار لوگوں پر ظاہر نہیں کیا گیا اس لئے وہ کہاں ہے؟ اس میں اقوال مختلف ہیں۔ ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ آپ کی قبر شریف کو اس لئے نہ ظاہر کیا گیا تھا کہ خارجی بدبخت کہیں اس کی بھی بے حرمتی نہ کریں۔ شریک کہتے ہیں کہ آپ کے فرزند حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کے جسم مبارک کو دارالامارۃ کوفہ سے مدینہ طیبہ کی طرف منتقل کر دیا تھا۔ مبرد نے محمد بن حبیب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کی جانے والی پہلی نعش حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تھی اور ابن عساکر سعید بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم شہید ہو گئے تو آپ کے جسم مبارک کو مدینہ منورہ لے جانے لگے تا کہ وہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں دفن کریں۔ نعش ایک اونٹ پر رکھی ہوئی تھی رات کا وقت تھا وہ اونٹ راستہ میں کسی طرف کو بھاگ گیا اور اس کا پتہ نہیں چلا اسی لئے اہل عراق کہتے ہیں کہ آپ بادلوں میں تشریف فرما ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تلاش وجستجو کے بعد وہ اونٹ سرزمین طے میں مل گیا اور آپ کے جسم مبارک کو اسی سرزمین میں دفن کر دیا گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۰)

آپ کے اقوال زرّیں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بہت سے اقوال ہیں جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں ان میں سے چند آپ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔

۱- علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی۔ علم حاکم ہے اور مال محکوم۔ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔

۲- عالم وہی شخص ہے جو علم پر عمل کرے اور اپنے عمل کو علم کے مطابق بنائے۔

۳- حلال کی خواہش اسی شخص میں پیدا ہوتی ہے جو حرام کمائی چھوڑنے کی مکمل کوشش کرتا

ہے۔

۴- تقدیر بہت گہرا سمندر ہے اس میں غوطہ نہ لگاؤ۔

۵- خوش اخلاقی بہترین دوست ہے اور ادب بہترین میراث ہے۔

۶- جاہلوں کی دوستی سے بچو کہ بہت سے عقلمندوں کو اُنہوں نے تباہ کر دیا ہے۔

۷- اپنا راز کسی پر ظاہر نہ کرو کہ ہر خیر خواہ کیلئے کوئی خیر خواہ ہوتا ہے۔

۸- انصاف والے کو چاہئے کہ جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کیلئے بھی پسند کرے۔

وصلی اللہ علٰی نبی الکریم و علٰی آلہٖ واصحابہٖ و خلفائہٖ اجمعین

برحمتك یا ارحم الراحمین